AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

علامہ ابو بکر جابر الجزائریؒ کا "آیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر" میں استدلال کا اسلوب و منہج

Exegesis Methodology of Allama Abu Bakr Jaber al-Jazairi in “Aysar-ul-Tafasir likalam-il- Ali-al-Kabir”

اسد اللہ مبشر

پی ایچ ڈی اسکالر، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، ای ایس ٹی (اے ٹی) گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول ویسلاں مرکز ستلج تحصیل و ضلع بہاول پور

mubasharmubashar313@gmail.com

ڈاکٹر محمد صہیب جمیل

لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

sohaib.jameel@iub.edu.pk

Abstract

This study examines the exegesis methodology of Allama Abu Bakr Jaber al-Jazairi in his seminal Qur’anic commentary Aysar al-Tafāsīr li Kalām al-‘Ali al-Kabīr. Renowned for its simplicity, clarity, and accessibility, the tafsir combines traditional interpretive principles with a pedagogical approach aimed at both scholarly and general audiences. The research explores al-Jazairi’s reliance on classical tafsir sources, his adherence to the principles of tafsir bil-ma’thūr (exegesis based on transmitted reports) while integrating tafsir bil-ra’y (reasoned interpretation) within the bounds of orthodox Sunni thought, and his emphasis on linguistic precision, thematic coherence, and moral exhortation. Special attention is given to his balanced integration of fiqhi insights, aqa’idi clarifications, and ethical guidance, reflecting his concern for practical application in daily life. The study highlights how Aysar al-Tafāsīr stands as a bridge between scholarly rigor and popular comprehensibility, contributing significantly to contemporary Qur’anic studies and serving as a valuable educational resource in the Muslim world.

Key Words: Allama Abu Bakr Jaber al-Jazairi; *Aysar al-Tafāsīr*; Qur’anic exegesis; tafsir methodology; *tafsir bil-ma’thūr*; *tafsir bil-ra’y*; thematic

interpretation; linguistic analysis; moral exhortation; contemporary Islamic scholarship.

علامہ ابو بکر جابر الجزائریؒ کا تعارف:

علامہ ابو بکر جابر الجزائری کا مکمل نام جابر بن موسیٰ بن عبد القادر بن جابر الجزائری ہے۔ آپؒ کی کنیت ابو بکر ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے والد و والدہ دونوں الجزائر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ رحمہ اللہ کی پیدائش بھی الجزائر میں ہی ہوئی۔ اسی مناسبت سے آپؒ جزائری کہلاتے تھے۔ اور نام کی بجائے نسبت و کنیت سے شہرت پائی اور ان میں سے بھی نسبت سے زیادہ، کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپؒ ۱۹۲۱ء بمطابق ۱۳۴۲ھ میں جنوبی مقبوضہ الجزائر میں طولقہ کے قریب "لیوہ" 1 گاؤں کے محلہ بنی ھلال میں پیدا ہوئے۔ آپؒ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ ابھی ایک سال کے تھے کہ والد گرامی داغ مفارقت دے گئے۔ بعد ازاں اپنی والدہ کے ہمراہ ماموں کے گھر پرورش پائی۔ اپنی تعلیم کا آغاز بسکرہ سے کیا جہاں قرآن کریم حفظ کیا، پھر نحو کی کتاب "الآجرومیۃ" 2 کو حفظ کیا۔ پھر فقہ مالکی کی کتاب منظومہ ابن عاشر 3 کو زبانی حفظ کیا۔ اور وہاں سے "بکرۃ" (بسکرہ) منتقل ہو گئے۔ ابھی ابتدائی طور پر علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل جاری تھی کہ فرانسیسی استعمار نے دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کر دیں۔ جس کی وجہ سے آپؒ نے الجزائر (بسکرہ) کو خیر آباد کیا اور ایک پرائیوٹ ادارے میں بطور مدرس خدمات کا آغاز کیا۔ یہاں سے شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ جو کہ شیخ العقبی کے بھائیوں میں سے ایک ابن بادیس 4 (۱۳۰۸-۱۳۵۹) کے تعاون سے چلتا رہا۔

مدینہ منورہ میں قیام اور سفر آخرت:

۱۹۷۲ء میں بغرض حصول علم مدینۃ الرسول کی جانب رخت سفر باندھا اور اس کے بعد بقیہ زندگی تقریبا مدینہ الرسول میں گزری جہاں کبار علماء اور عظیم مشائخ سے اکتساب علوم کے ذریعے آغاز کیا۔ ۱۹۶۱ء بمطابق ۱۳۸۱ھ ایک شاہی فرمان کے مطابق مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامہ مدینہ منورہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۳۷۹ھ میں ریاض سے کلیۃ الشریعہ کی ڈگری حاصل کی۔ اور اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد آخری وقت تک بھی وہیں دروس و خطابت جمعہ و دیگر خطبات کی صورت میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر آپؒ نے مدینہ منورہ میں 15 اگست 2018 بمطابق ۰۴ ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ بعمر 93 سال وفات پائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

أیسر التفاسیر کا مختصر تعارف:

علامہ جزائری رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جن میں سے کچھ مختصر رسائل کی صورت میں اور کچھ مستقل کتابوں کی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔ آپؒ کی یہ تصنیفات آپ کے ذوق مطالعہ، علم دوستی، شعبہ تصنیف و تالیف سے میلان ورغبت، اصلاح امت کے عملی میدان میں خلوص و جذبہ کا اظہار اور حالات و واقعات پر دقت نظری کے عملی مظاہر ہیں۔ تفسیر کے موضوع پر علامہ ابو بکر جابر الجزائری کی قلمی کاوش کا نام "ایسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر" ہے جو کہ آپؒ نے تفسیری مواعظ و دروس کو جمع کر کے مرتب فرمائی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ عربی زبان کی یہ کتاب پانچ جلدوں پر محیط ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۸م میں مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے مکتبہ دارالسلام

للطباعۃ والنشر سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ پھر سعودیہ کے شہر جدہ سے بھی متعدد مرتبہ ایڈیشن طبع ہوئے۔ پھر ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ م میں علامہ جزائری رحمہ اللہ نے اس میں "نہر الخیر" کے نام سے حاشیہ کا اضافہ فرمایا۔

أیسر التفاسیر میں طرق استدلال:

تفسیر قرآن کا ایک اہم ترین پہلو مناسب طرق استدلال کا بر محل استعمال ہے۔ اسی پر تفسیر کی صحت و سقم، اخذ ورد اور مناہج تفسیر (محمود و مذموم) کے تعین کا انحصار ہوتا ہے۔ تفسیری استدلال، قوی دلائل کے ساتھ موجب اعتماد و اطمئنان جبکہ سقیم آراء اور کمزور استدلال کے ساتھ احتمال خطا اور اندیشہ اغلاط کا متحمل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے غرض باری تعالیٰ میں وقوع فساد کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے۔ علامہ جزائریؒ استدلال کرتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے جملہ مأخذات تفسیر مثلاً قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ و تابعین اور آراءفقہاء وغیرہ کا بھی سہارا لیتے ہیں۔ اور ضرورت پڑنے پر لغت عرب، اشعار اور اسرائیلیات وغیرہ سے بھی استمداد کرتے ہیں۔ اپنے طرق استدلال کو فرق ضالہ و باطلہ کے طرق استدلال سے ممتاز کرتے ہوئے اپنے ہی الفاظ میں رقمطراز ہیں:

"نستدل على صحة التوحيد وأحقيته ووجوب العمل به والدعوة اليه وعلى بطلان الشرك وفساده وحرمة اعتقاده والعمل به ، نستدل على ذالک كله بالوحی الالهی قال الله جل جلاله ، قال رسوله ونستدل باجماع الصحابة وعمل الائمة وأهل القرون المفضلة رحمهم الله تعالىٰ أجمعين ونستدل على العمل بالسنة وترک البدعة بصحيح الاحاديث وثابتها - --- وقال ويستدلون على جواز العمل بالشرک والبدعة بالمنامات والرؤى والأحلام وعمل أهل الضلالات و أقوالهم "-5

"ہم حقانیت توحید، صحت توحید، وجوب العمل بالتوحید، دعوت توحید، رد شرک، رد فساد اور ان تمام اعمال میں وارد ہونے والی قباحتوں اور خرابیوں میں وحی الٰہی سے مدد لیتے ہیں۔ جن کی وضاحت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اور ہم اجماع صحابہ، عمل ائمہ اور خیر القرون کے لوگوں 'اللہ ان پر رحم فرمائے' کی عملی زندگی سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم بدعت کو ترک کرنے اور سنت کو اپنانے میں مستند و ثابت شدہ مرویات سے استدلال کرتے ہیں ۔۔۔۔ اور جبکہ وہ (فرق ضالہ) محض اوہام و وساوس، خواب و خیالات اور گمراہ لوگوں کے اعمال و اقوال کو بنیاد بنا کر شرک و بدعت پر عمل کے لیے جواز تلاش کرتے ہیں۔"

علامہ جزائریؒ گمراہ فرق کے عقائد و نظریات سے نہ صرف واقف وشناساں تھے بلکہ ان کی اصلاح کے لیے کمربستہ بھی تھے۔ اپنی اس مختصر سی تحریر میں انہوں نے اپنے اور گمراہ لوگوں کے مقاصد کو عیاں کر دیا کہ ہماری زندگی، ہماری کاوشوں اور ہماری جدوجہد کا مقصد خیر القرون کے زمانے کے لوگوں کی اتباع میں للّٰہیت اور توحید و رسالت کے پیغام کو تقویت دینا ہے جبکہ فرق ضالہ کی کاوشیں محض بے بنیاد نظریات اور رؤیا و احلام کی آڑ میں شرک و کفر، بدعات و خرافات وغیرہ کی اشاعت تک محدود ہوتی ہیں۔ ذیل میں "أیسر التفاسیر" سے تفسیری استدلال کے طرق کو آشکار کیا جاتا ہے۔

تفسیر بالرائے اور "أیسر التفاسیر "کا اسلوب و منہج:

علامہ ابو بکر جابر الجزائریؒ کتاب اللہ کی تفسیر میں فکر و نظر اور استدلال و اجتہاد کے مؤید و حامی تھے۔ بالفاظ دیگر آپؒ کے نزدیک تفسیر بالرائے کرنا جائز تھی۔ اور بہت سے مقامات میں علامہ جزائری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرز پر تفسیر فرمائی ہے جس کا مفصل بیان اپنے مقام پر آئے گا۔ اس سلسلے میں افراط و تفریط ہر دو صورتوں کو قطعا ناپسند فرماتے تھے۔ یعنی وہ لوگ جو کہتے کہ قرآن کی تفسیر صرف وہی تفسیر شمار ہو گی جو زبان نبوی سے صادر ہوئی یا جو کہتے کہ قرآن کی تفسیر میں صرف اسلاف کی تقلید ہی معتبر ہو گی دونوں کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ آپؒ کے نزدیک صاحب علم و بصیرت یا اہل الذکر اگر تعمق فکر اور بصیرت قلب و نظر سے کسی مسئلہ کو قرآن و سنت سے ثابت و اخذ کرتے ہیں تو وہ بھی قرآن کی تفسیر ہی شمار ہو گی۔ سورت النسآء آیت نمبر ۸۲ کی تفسیر کرتے ہوئے نہر الخیر میں علامہ جزائری رحمہ اللہ کے موقف کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

> **"فی هٰذه الآية: ﴿أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾ مع آية سورة القتال : ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ دليل على وجوب تدبر القرآن لفهم معانيه ، لاعتقاد الحق والعمل به ، وفيه رد على من زعم أنه لايأخذ من القرآن الا ما ثبت عن النبى ﷺ تفسيره ، ودليل على وجوب النظروالاستدلال و ابطال التقليد "۔ 6**
>
> آیت مبارکہ (کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے) کا سورۃ القتال (سورت محمد) کی آیت (کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں کو تالے لگے ہوئے ہیں) کے ساتھ ربط اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کے معانی کو سمجھنے کے لیے تدبر کرنا لازم ہے۔ تاکہ عقیدہ کو درست اور اس کے مطابق عمل کیا جاسکے۔ اور اسی میں ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر جو نبی ﷺ سے ثابت ہو اس کے سوا ہم نہیں لے سکتے۔ اور دلیل ہے غور و فکر کرنے، دلیل پکڑنے اور (اندھی) تقلید کے بطلان پر۔

آیت مبارکہ ﴿فَاسْأَلُواْ أَہْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:" آیت مبارکہ میں عام علماء کی تقلید کے واجب ہونے کا بیان ہے کیونکہ وہ اہل ذکر ہیں۔ اور ان کے دیئے فتاوی اور سکھائے علم پر عمل کرنا واجب ہے "7۔ اسی طرح ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنبِطُوْنَهُ مِنۡهُمۡ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:"الاستنباط مأخوذ من استنبط الماء : اذا استخرجه من الأرض ، والنبط : الماء المستنبط أول ما يخرج من ماء البئر أول ما يحفر ، وسمى النبط نبطا لأهم يستخرجون ما فى الأرض ، والاستنباط لغة : الاستخراج ، وفى هٰذه الآية دليل على الاجتهاد "۔ 8 استنباط کا لفظ استنبط المآء سے ماخوذ ہے۔ جب وہ (پانی) زمین سے نکلے۔ اور نبط سے مراد وہ پہلا حاصل شدہ پانی ہے جو کنوئیں سے کھدائی کے بعد پہلے پہلے نکلتا ہے۔ اور اس کا نام نبط اس لیے رکھا گیا کہ وہ زمین کی اہم اہم چیزوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ اور استنباط لغت میں استخراج کو کہتے ہیں۔ اور اس آیت میں اجتہاد کرنے کی دلیل موجود ہے۔

علامہ جزائری رحمہ اللہ ترجیحی بنیادوں پر قرآن و سنت سے اجتہاد و استنباط کے قائل و فاعل ہیں تاہم اختلافی امور میں استنباط کی بجائے نصوص شرعیہ کو سختی سے تھام لینے پر زور دیتے ہیں۔اور ایسی صورت میں عقل پر زور دے کر زبردستی مسائل کو اخذ کرنے کو ناپسند سمجھتے ہیں۔ چناچہ سورت النسآء کی آیت مبارکہ ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ﴾ نزاع کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فهو خطاب عام للولاة والرعية فمتى حصل خلاف فى أمر من امور الدين والدنيا وجب رد ذالک الى كتاب الله وسنة رسول الله فبما حكما فيه وجب قبوله حلوا كان او مرا وقال فى نهر الخير:وذالک يستلزم الرد الى العلماء الفقهاء،اذ هم الذين يعرفون الأحكام ويحسنون استنباطها من الكتاب والسنة " 9

اس میں عمومی طور پر حکمرانوں اور رعایا کو مخاطب کیا گیا ہے، کہ جب بھی کسی دینی یا دنیاوی معاملے میں اختلاف ہو تو اسے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹا دینا چاہیے، لہٰذا وہ جو فیصلہ کریں اسے قبول کرنا لازم ہے۔ چاہے وہ میٹھا ہو یا کڑوا۔ نہر الخیر میں فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ لازماً فقیہ علماء کے رد کو شامل ہے جو احکام کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور وہ کتاب و سنت سے استنباط کو مستحسن سمجھتے ہیں۔

گویا آپؒ کے نزدیک فقہاء کا قرآن و سنت سے ثابت و متوارث صریح احکام کی موجودگی میں استنباط و استحسان کی روش اپنانا مکروہ طرز عمل ہے۔

علامہ جزائری و تفسیر بالرائے:

علامہ جزائریؒ نے کلام اللہ کی تفسیر، اسلاف (صحابہ و تابعین اور ائمہ دین) کے منہج کو مد نظر رکھتے ہوئے کی ہے۔ آپؒ نے تفسیر میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ و تابعین، آراء ائمہ دین، اقتباسات لغت عرب (نحو، صرف، ضرب الامثال)، اشعار شعراء اور بعض مقامات پر اسرائیلی روایات کو بھی تائید و تصدیق اور توثیق و تعمیم کے لیے بطور استدلال پیش فرمایا ہے۔ چونکہ علامہ جزائریؒ تفسیر بالرائے کے جواز کے قائل تھے، یہی وجہ تھی کہ متعدد مقامات پر بوقت ضرورت آپؒ نے اس طرز تفسیر کو بھی اختیار فرمایا ہے۔ بایں وجہ اگر تفسیر ھٰذا کو متعدد اسالیب کا حسین امتزاج تصور کیا جائے تو یہ تکلف بے جانہ ہو گا۔ ذیلی عناوین کے تحت امثلہ کی روشنی میں علامہ جزائریؒ کا اسلوب و منہج پیش کیا جاتا ہے۔

کلام اللہ کی تفسیر کلام اللہ سے کرنا:

کلام اللہ کے مقصود و مطلوب کو کلام اللہ سے واضح کرنا سب سے زیادہ قابل اعتماد اور شکوک و شبہات کو رفع کرنے میں زیادہ مؤثر و بلیغ اسلوب ہے۔ کلام اللہ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جس میں ایک آیت دوسری کا مفہوم واضح کر رہی ہو۔ علامہ جزائریؒ نے ترجیحی بنیادوں پر کلام اللہ کی تفہیم میں ان آیات کو اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنعَمتَ عَلَيْهِمْ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:"صراط الذين أنعمت عليهم: هم النبيون والصديقون والشهداء والصالحون ، وكل من أنعم الله عليهم بالايمان به تعالىٰ ومعرفته ومعرفة محابه ومساخطه والتوفيق لفعل المحاب وترک المكاره"10 منعم علیھم سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور ہر وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ایمان، اپنی معرفت، اپنی محبوب چیزوں کی معرفت، اپنی ناراضگی کا سبب بننے والی چیزوں کی معرفت اور محبوب اعمال کرنے اور مکروہات کو ترک کرنے کی توفیق کے ذریعے انعام فرمایا۔ آیت مبارکہ کا مکمل حوالہ دیئے بغیر قرآن کریم کی آیت

مبارکہ کی تفسیر کلام اللہ کی آیت مبارکہ ﴿فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيْقاً﴾ 11 سے ہی فرمادی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ قاری کی فکری راہ کو ایک واضح سمت دینے کے لیے سابقہ امثلہ پر قیاس کرتے ہوئے ان اوصاف کو بھی اجاگر فرمادیا جو کلام باری تعالیٰ میں مذکور ذوات میں بطور اتم موجود تھے۔ مثلاً ایسے لوگ جنہیں باری تعالیٰ نے اپنی معرفت کی نعمت سے نوازا اور اپنی محبوب اشیاء کی معرفت سے نوازا اور ہر اس چیز کی معرفت عطا فرمائی جو رب کی سخط و رضا کو واجب کرنے والی اور وہ تمام لوگ جنہیں باری تعالیٰ نے فعل الخیرات وترک المنکرات کی توفیق عطا فرمائی وہ سب انعام یافتہ ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو ان اعمال کی توفیق ملتی ہے وہ ایسے خوش نصیب ہیں کہ جن کے ارواح و اجساد کو باری تعالیٰ نے خیر کی مطابقت اور شر کی مخالفت کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ ان کی راہ کی اتباع، ہمارے لیے مشعل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِيْ الْمَهْدِ وَكَهْلاً﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "وأنت طفل اذ قال وهو في مهده ﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا * وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا * وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا * وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾" 12 "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا۔ اور جہاں کہیں بھی رہوں، مجھے بابرکت ٹھہرایا، اور مجھے تاکید کی کہ جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ ادا کرتا رہوں۔ اور ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا رہوں، اور مجھے سرکش اور نافرمان نہیں بنایا۔ " اور مجھ پر سلامتی ہو میرے جنم کے دن، مرنے کے دن اور جس دن میں دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ "مہد میں کب، کیسے اور کیا کلام کیا، قرآنی آیت کو بیان فرمانے پر اکتفا فرمایا ہے۔

کلام اللہ کی تفسیر فرامین نبویہ سے کرنا:

اس کرہ ارضی پر پیغمبر اعظم و آخر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سب سے پہلے نہ صرف یہ کہ کتاب اللہ کو انسانیت تک پہنچایا بلکہ اپنی پوری زندگی قولا، فعلا و تقریراً اس کی تفہیم و تفسیر میں صرف فرمادی۔ کلام اللہ کے بعد امام الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذات بابرکت سے ثابت شدہ اقوال و اعمال اور تقاریر کتاب اللہ کی تفسیر کا دوسرا بڑا ماٰخذ ہیں۔ اور یہ تفسیر القرآن کا اس قدر اہم اور معتمد ترین مصدر ہے کہ جس کے بغیر کتاب اللہ کی تفہیم ناممکن ہے۔ وہ اعیان و نفوس جنہیں باری تعالیٰ نے کلام مقدس سے رشد و ہدایت، فوز و فلاح، رضا اور رحمت اور کامیابی و کامرانی کی سندوں سے نوازا، ان کے نزدیک ساری زندگی یہی سب سے بڑا اور معتمد ترین مصدر تفسیر تھا۔ قرآن کریم کا یہی تفسیری مصدر منکرین حدیث کے مقابل، حجیت حدیث کے نام سے معروف ہوا۔ جو کہ اس قدر مفصل عنوان ثابت ہوا جس کی جزئیات کا احصاء تو شاید ناممکن ہو تاہم پھر بھی علماء و محدثین اور ناصحین امت نے طویل تصنیفات میں اس عنوان کی جزئیات و مباحث کو مفصل قلمبند فرمایا ہے۔ غرض باری تعالیٰ کی وضاحت میں جن مقامات پر واضح فرامین نبویہ سے تفسیری روایات موجود ہیں، ایک شارح و مفسر کے لیے کلام اللہ کے بعد ترجیحی بنیادوں پر انہیں اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ علامہ جزائریؒ نے بھی حتی الوسع اسی اہتمام کو پیش نظر رکھا ہے کہ غرض باری تعالیٰ کی توضیح کلام باری تعالیٰ کے بعد، فرامین نبویہ کی روشنی میں کی جائے۔ سورہ نسآء کی آیت مبارکہ ﴿وَمَن يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ۔۔۔﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے نہر الخیر میں رقمطراز ہیں:

"آیت مبارکہ کا ظاہر شہید اور غازی میں برابری کا تقاضہ کرتا ہے اور احادیث مبارکہ میں سے بھی ایک برابری اور دوسری اس کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی سیدنا ابوہریرہؓ کی روایت ہے:((تضمن الله لمن خرج في سبيله لايخرجه الا جهاد في سبيلي وايمان بي

وتصديق برسولی فهو علی ضامن أن أدخله الجنة أو أرجعه الی مسکنه الذی خرج منه نائلا ما نال من أجر وغنیمة))رواہ مسلم "اللہ اس شخص کا ضامن ہے جو اس کے راستے میں نکلا۔ اس کی نیت جہاد کے سوا کسی اور کام کی نہ تھی۔ اور مجھ پر ایمان لاتا ہو اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہو تو اس کا میں ضامن ہوں کہ اسے جنت میں داخل کروں گا یا اس کو اس کی رہائش گاہ جہاں سے وہ نکلا تھا، اجر و غنیمت سمیت لوٹا دوں گا۔ اسے مسلم نے روایت فرمایا"۔ اور دوسری روایت:((ما من غازیة تغزو فی سبیل اللہ فیصیبون الغنیمة الا تعجلوا ثلثی أجرهم من الآخرة ویبقی لهم الثلث ، وان لم یصیبوا غنیمة تم لهم أجرهم)) "کوئی بھی غنیمت حاصل کرنے والا مجاہد جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلتا ہے، اللہ اس کا دو تہائی اجر دنیا میں ہی دے دیتا ہے اور ایک تہائی باقی رہ جاتا ہے۔ اور اگر غنیمت نہ پائیں تو ان کا اجر مکمل ہو جاتا ہے۔" اور ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو گی کہ جو شخص اجر و ثواب اور غنیمت دونوں کے ارادہ سے جہاد میں شریک ہوا پھر اسے غنیمت مل گئی اور وہ محفوظ رہا اس کا اجر آخرت میں کم ہو جائے گا۔ اس کا درجہ اس شہید کے برابر نہ ہو گا جس نے غنیمت نہ پائی اور نہ ہی اس کی مانند ہو گا جس نے غنیمت کی بجائے صرف اجر کی نیت کی ہو گی۔ نیت کا مشترکہ ہونا اور خلوص کا نہ ہونا ان میں سبب ہے جس کی وجہ سے یہ فرق واقع ہوا۔ 13

اسی طرح سورت الحدید کی ابتدائی آیت کریمہ کے تحت تسبیح کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"من هدایة الآیات فضل التسبیح وأفضله : سبحان اللہ وبحمده سبحان اللہ العظیم ۔ فی الصحیح ((کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان : سبحان اللہ وبحمده سبحان اللہ العظیم)) " 14

آیات کی روشنی میں جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے وہ تسبیح کی فضیلت ہے۔ اور افضل ترین تسبیح ((سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)) ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے:((دو کلمے رحمن کو بے انتہا محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے ہیں، میزان میں بہت بھاری ہیں:"پاک ہے اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ، پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آیت مبارکہ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔۔۔﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:"هل یجوز للمسلم أن یقول مثلاً موسی أفضل من هارون أو ابراهیم أفضل من عیسیٰ مثلاً ؟ الجواب لا۔ لقوله ﷺ ((لاتخیروا بین الأنبیاء ولا تفضلوا بین أنبیاء اللہ)) أی لا تقولوا فلان خیر من فلان ، ولا فلان أفضل من فلان اذ نحن لانقدر علی التفضیل وانما یقدر علیه اللہ وحده اذ هو الذی یهب ما یشاء لمن یشاء "15۔ کیا مسلمان کو زیب دیتا ہے کہ وہ کہے مثلا: موسیٰؑ، ہارونؑ سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں یا ابراہیمؑ عیسیٰؑ سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ تو اس کا جواب ہے نہیں۔ آپ علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے:"انبیاء میں سے کسی کو نہ چنو، اور نہ انبیاء کو ایک دوسرے سے فضیلت دو"۔ یعنی یہ نہ کہو کہ فلاں، فلاں سے بہتر ہے اور نہ یہ کہو کہ فلاں فلاں سے افضل ہے۔ کیونکہ ہمیں فضیلت دینے کا اختیار نہ ہے یہ تو فقط اللہ کا اختیار ہے کیونکہ وہی عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے جو چاہتا ہے۔

سابقہ امثلہ کی روشنی میں فرامین نبویہ سے تفسیر فرمانے کے تین انداز معلوم ہو رہے ہیں۔ اول: علامہ جزائری رحمہ اللہ آیت کے ظاہری مفہوم سے پیدا ہونے والے شبہات کو واضح کر کے ایک ابہام و احتمال قائم کرتے ہیں پھر فرامین نبویہ کی روشنی میں مظنون مسئلہ میں موجود التباس کو

واضح فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ قاری مکمل طور پر اس مسئلہ کی حقیقت کو جاننے کے لیے متحرک ومتذبذب ہو جاتا ہے۔ تب اس تناقض کو رفع کرنے کے لیے تطبیق کو بیان فرماتے ہیں۔ اور تطبیق کا سبب بھی ساتھ ساتھ واضح فرمادیتے ہیں کہ قاری کے منتشر ومشتت ذہن میں مستنبط مسئلہ کوئی رمز باقی نہ چھوڑے۔ اور قاری نہایت باریک بینی کے ساتھ مذکورہ قضیہ کی حقیقت کو گہرائی تک جان سکے۔ دوم: آیات کی منقبت سے متعلقہ روایات کو روایات میں موجود ترغیبی پہلوؤں سمیت بیان فرمادیتے ہیں۔ تاکہ وہ طرز بر قرار رکھا جاسکے جسے نبی ﷺ نے مخاطب کو قائل ومائل کرنے کے لیے اپنایا۔ سوم: اس ضمن کا تیسرا اسلوب آیات میں مذکور تقابلی امور کو انشائیہ طرز پر سوالا جوابا پیش فرمانا ہے۔ آپ رحمہ اللہ امر عارض کو بصورت سوال ذکر کرنے کے بعد خود ہی جواب پیش فرمادیتے ہیں۔ پھر فرمان نبوی ﷺ کو بطور استدلال پیش فرماتے ہیں کہ امر عارض پر حکم کی علت ونسبت سے کشف حقیقت کی جاسکے۔ اور تفضیلی امور میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں سکوت کی تلقین فرماتے ہیں۔

أیسر التفاسیر میں صحابہ وتابعین کے اقوال وآراء کو بطور استدلال پیش فرمانا:

علامہ جزائری رحمہ اللہ نے اپنی تصنیفی کاوش "أیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر" کے مقدمہ میں اپنی تصنیفی کاوش کے امتیازات کی وضاحت فرماتے ہوئے، امتیازی نکتہ نمبر ۹ میں بیان فرمایا: "اس تفسیر کو اقوال کے بیان سے پاک رکھا جائے گا اگرچہ وہ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اور وہ راجح معنیٰ جس کا التزام جمہور مفسرین میں سے سلف صالحین نے فرمایا ہے اسے اختیار کیا جائے گا۔ تاکہ قاری کے ذہن میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ رب تعالیٰ کے کلام سے اس کے سوا بھی معانی مراد ہو سکتے ہیں جو سمجھے گئے ہیں۔ اور یہ ایک امتیازی نکتہ ہے جو مسلمانوں میں صحیح، درست اور اسلامی اجتماعیت کی سوچ کو فروغ دینے کے لیے اختیار کیا گیا ہے"۔16

مقدمے کے اصول مذکور کے باوجود علامہ جزائریؒ نے موقع محل کی مناسبت سے متعدد مقامات پر اقوال صحابہ، اقوال تابعین، اقوال ائمہ، اقوال مفسرین اور کلام شعراء وغیرہ کو بطور حجت ودلیل پیش فرمایا ہے۔ آپؒ کا اقوال پیش فرمانے میں عمومی اسلوب یہ ہے کہ آپؒ بعض اوقات معروف بات کو "قیل" (کہا جاتا ہے) کہہ کر بیان فرمادیتے ہیں اور اس کے حقیقی علم کو بجانب باری تعالیٰ منسوب فرمادیتے ہیں۔ 17 جب ایک مسئلہ کی دونوں جزئیات کا جواز بیان کرنا مقصود ہو تو "یجوزُ یا جائزٌ" (یہ بھی جائز ہے) فرماتے ہیں۔ [18]اور اگر کسی ایک یا زائد معین اہل علم کے قول سے استشہاد کرنا ہو تو قال فلاں کہہ کر اس اہل علم کا نام ذکر فرماتے ہیں۔ اگر زائد ہوں تب بھی قال کہہ کر ان کے اسماء کو بیان فرماتے ہیں۔ [19]اگر علماء کرام سے اپنے موقف کی تصدیق وتائید پیش فرماتے ہیں تو"قال العلماء ۔۔۔الخ "(علماء کرام فرماتے ہیں) لکھتے ہیں۔20 اور اگر علماء کرام سے مشترکہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہو تو فرماتے ہیں: "قضی فیہا اہل العلم " یا جمہور کا موقف پیش فرمانا ہو تو فرماتے ہیں۔ "الجمہور علی "، 21 (اس کے بارے میں اہل علم کا فیصلہ یہ ہے) اگر اکثر علماء کی بات کرنا مقصود ہوتی تو فرماتے ہیں "الجمہور علی أن ۔۔۔" 22 (اکثر اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ) اگر علماء کا اختلاف بیان کرنا مقصود ہو تو فرماتے: 'أختلف" یا " اختلف فیہا اہل العلم " 23 (اس میں اہل علم کا اختلاف ہے) اور اگر ایک مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس اختلافی پہلو کی جانب ترجیح کو بیان کرنا مقصود ہو تو بایں الفاظ واضح فرماتے ہیں: "أختلف فی ترکیبها وأظهر أقوالهم فیها۔۔الخ " 24 (اس ترکیب میں اختلاف ہے تاہم ان اقوال میں سے راجح یہ ہے) اگر بعض مفسرین کا وہ نظریہ بیان کرنا مقصود ہو جس کے قائل خود نہیں ہیں تو فرماتے ہیں: "یذکر بعض المفسرین" 25 (بعض مفسرین نے ایسا بیان کیا ہے۔) بعض

اوقات:"قال بعضهم "(ان میں سے کچھ کا کہنا ہے) کہ کر ان مفسرین کی آراء کو بیان فرماتے ہیں جن کے موقف کو غلط ثابت کرنا ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں ان کے غلط قول کو بیان کر کے "رُد" جواب دیتے ہیں اور پھر خود ہی اس کی تصدیق "وھوالحق" بھی فرمادیتے ہیں۔26 اگر ذاتی موقف پیش کرنا ہو تو فرماتے ہیں:"اقول"یعنی میں کہتا ہوں۔[27] مختلف اقوال و آراء میں ذاتی موقف سے ملتے قول کو آخر میں بیان فرماتے اور خود ہی اس تصدیق بھی فرمادیتے ہیں۔[28] آیات کی تفسیر میں اقوال و آراء سے استمداد کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

اقوال صحابہ کی روشنی میں تفسیر کرنا:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نزول وحی کے گواہ، کلام اللہ کے اول مخاطبین، لغت عرب اور معانی القرآن کے سب سے زیادہ ماہر، عدالت وثقاہت میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور شرعی اصولوں کے سب سے زیادہ پابند تھے۔ یہ امت مسلمہ کا وہ عظیم طبقہ ہے جس نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کو سیکھا۔ پھر عہد نبوی میں ہی اس کی تدریس و تبلیغ کے فریضے پر مأمور ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے انہی برگزیدہ شخصیات پر اعتماد کرتے ہوئے تدریس قرآن اور تبلیغ دین کی ذمہ داری سپرد فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ "تفسير القرآن بأقوال الصحابه" کو تفسیری مأخذ میں ایک اہم ترین مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ علامہ جزائری رحمہ اللہ نے صحابہ کرام میں سے جن جید و ممتاز صحابہ کرام سے تفسیری روایات لی ہیں ان میں سے سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عبداللہ بن مسعود، مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس، سہل بن عبداللہ، قتادہ بن نعمان، ضحاک بن قیس الفہری اور سمرۃ بن جندب وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ جن کا اجمالا بیان حسب ذیل پیش کیا جاتا ہے۔

"أیسر التفاسیر میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"روى أنه لما نزلت هذه الآية : ﴿ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ ﴾ -- قال ابوبكر الصديق : لو أمرنا لفعلنا فبلغ ذالک رسول الله ﷺ فقال :((ان من أمتى رجالا الايمان أثبت فى قلوبهم من الجبال الرواسى))"۔ 29 بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ (اور اگر ہم ان پر جہاد فرض کر دیتے) نازل ہوئی تو ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: اگر ہمیں حکم دیا ہوتا تو ہم کر گزرتے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچ گئی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں کا ایمان سخت پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

آیت مبارکہ ﴿اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾ کے تحت سیدنا عمرؓ کے فرمان کو بطور تفسیری استدلال بیان فرماتے ہیں:"وقال عمر رضى الله عنه : الجبت السحر ، والطاغوت الشيطان "30 اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

سورہ طور کی اختتامی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے ھدایۃ الآیات میں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے فرمان سے استدلال فرماتے ہیں: "**يرى ابن مسعود رضى الله عنه أن قوله ﴿حِيْنَ تَقُومُ﴾ شامل لكل قيام يقومه من أى مكان** "۔ 31 ابن مسعودؓ سمجھتے تھے کہ باری تعالیٰ کے فرمان (حین تقوم) سے مراد ہر مقام سے کھڑے ہونے پر تسبیحات کا اہتمام کرنا ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ سے کیوں نہ ہو۔

آیت مبارکہ ﴿**وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ**﴾ کے تحت مفسر و ترجمان القرآن، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"**قال ابن عباس : نزلت فى تلبية المشركين : لبيک اللهم لبيک لبيک لا شريک لک الا شريکا هو**

لک تملکه وما ملک "۔32 ابن عباس فرماتے ہیں: یہ آیت مبارکہ مشرکوں کے تلبیہ سے متعلق نازل ہوئی۔ جو "**الا شریکا تملکه وما ملک**" کا اضافہ کرتے تھے۔ اور سورۃ مریم کی آیت مبارکہ ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيّاً﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں: "ابن عباسؓ فرماتے ہیں غی جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم کی وادیاں پناہ مانگتی ہیں۔ اسے اللہ نے زنا پر مصر رہنے والوں، ہمیشہ شراب نوشی کرنے والوں، سود خوروں کے لیے جو اسے ترک نہ کریں، نافرمانوں، جھوٹی گواہی دینے والوں اور ان عورتوں کے لیے بنایا ہے جو شوہر کے گھر میں ایسا بچہ داخل کریں جو اس گھر کا نہیں"۔33

مذکورہ امثلہ کی روشنی میں واضح طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ جن مقامات پر کلام اللہ کی کسی آیت یا اس کے جزء کا مفہوم قرآن وسنت کے واضح ارشادات یا صریح اشارات سے ثابت نہ ہو رہا ہو یا شرعی تعلیمات کا خلاصہ کسی صحابی کی زبانی مختصر، جامع اور مدلل الفاظ میں مطلوبہ مفہوم کو نمایاں کر رہا ہو تو آپؒ صحابی کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے، رائے زنی سے گریز فرماتے ہیں۔ قول صحابی کو حتمی حجت تسلیم کرتے ہوئے متعلقہ نکتہ کو انہی کی زبانی بغیر ردوبدل اختیار کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

تفسیر میں تابعین کے اقوال سے استدلال کرنا:

تابعین عظام رحمہم اللہ وہ عظیم شخصیات ہیں جو براہ راست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت وتعلیمات سے فیض یاب ہوئے۔ قرآن کریم نے ان کو ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ﴾ 34 اور نبی رحمت ﷺ نے خیر القرون (**خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم**) 35"سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد پھر جو ان کے بعد ہوں گے" میں شامل فرمایا۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے دین کی نشر واشاعت کے فرائض سرانجام دیئے تو تابعین عظام رحمہم اللہ نے اس روحانی ورثہ کو تصنیفی وتدریسی کاوشوں کے ذریعے نہ صرف یہ کہ اسے صدور الناس تک پہنچایا بلکہ تاقیامت انسانیت کی رہنمائی کے لیے اوراق واصفحاء پر بھی منتقل فرمادیا۔ تابعین رحمہم اللہ نے علمی ورثہ کو صحابہ کرام کی جماعت سے حاصل کرنے کے بعد اکناف عالم کے مختلف بلاد وامصار میں دینی درسگاہیں قائم کیں اور ما قال اللہ وقال الرسول کی رسائی کو دنیا تک انتہائی خلوص وجانفشانی کے ساتھ ممکن بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین عظام رحمہم اللہ کی کاوشوں کو عالم اسلام میں خوب پذیرائی حاصل ہے۔ علامہ جزائری رحمہ اللہ نے بھی اسلاف کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے اور ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے، اور دنیائے اسلام کو ان کے افکار ونظریات سے وابسطہ رکھنے کے لیے، تفسیری کاوش میں تابعین میں سے سعید بن جبیر، عطا خراسانی، وھب بن منبہ، عطاء بن ابی رباح، مجاہد بن جبیر، قتادہ، حسن، مطرف بن عبد اللہ، مسروق بن اجدع، کعب الاحبار وغیرہ کے اقوال وآراء سے نہ صرف یہ کہ بھرپور استفادہ فرمایا ہے بلکہ جابجا ان کو بطور استدلال واستشہاد پیش فرمایا ہے۔ جن میں سے چند ایک کو بطور نمونہ حسب ذیل ذکر کیا جاتا ہے:

آیت کریمہ ﴿قَالَ الَّذِيْنَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاء نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَـٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ﴾ کے تحت مجاہد بن جبیر سے قول سے استدلال فرماتے ہیں: "اس کا مطالبہ کرنے والے پانچ افراد تھے۔ عبد اللہ بن امیہ، ولید بن مغیرۃ، مکرز بن حفص، عمرو بن عبد اللہ بن ابو قیس اور عاصی بن عامر نے نبی ﷺ سے کہا کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں بتوں (لات ومنات اور عزیٰ وھبل) کو چھوڑنے کا بیان نہ ہو۔ اور وہ ان کو معیوب نہ قرار دے"۔36

آیت مبارکہ ﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ۔۔۔﴾ کے تحت ضحاک بن قیس الفہریؓ **کے فرمان سے استدلال کرتے ہوئے**، رقمطراز ہیں:

"غسلین ایک درخت ہے جو بے کار اور بدترین کھانا ہے جو جہنمیوں کے کھانوں میں سے ایک ہے۔ جیسے خاردار خشک جھاڑیاں، اور تھوہر کا درخت اور پہلے بیان کردہ کی روشنی میں یہ ایک مجموعہ درخت ہے جس کا نام غسلین ہے اور جو جہنمیوں کی پیپ، خون اور پسینے وغیرہ کو جمع کرتا ہے۔ تو اس پر لفظ غسلین کا صادق آتا ہے اور یہ بلاغت پر مبنی قرآن کا ایک معجزہ ہے۔" 37 آیت مبارکہ ﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاء رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ کے تحت سعید بن جبیر کے قول سے استدلال فرماتے ہیں:"فسر سعيد بن جبير رحمه الله ﴿وَلَايُشرِک﴾ بأن لا يرائی وهو صحيح ولفظ الشرک أعم من الرياء"۔38 سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے "ولایشرک" کی تفسیر فرمائی کہ وہ ریاکاری نہ کرے اور یہی درست ہے اور لفظ شرک میں ریاکاری سے زیادہ عموم پایا جاتا ہے۔ آیت مبارکہ ﴿وَ أْتُونِیْ بِأَہْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴾ کے تحت مسروق بن اجدع کے قول سے استشہاد فرماتے ہیں:" قال مسروق: كانوا ثلاثة وتسعين نسمة ما بين رجل و امرأة "39۔ مسروق فرماتے ہیں: وہ کل تیرانوے افراد تھے، بشمول مرد و خواتین۔ اسی طرح آیت مبارکہ ﴿الَّذِیْ يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَہُمْ فِیْ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ﴾ کے تحت کعب الاحبارؓ40 کے فرمان سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قال كعب فی ذكر صفاته ﷺ فی التوراة : مولده مكة وهجرته بطابة وملكه بالشام ، وأمته الحمادون يحمدون الله على كل حال ۔ الى أن قال : يصلون حيثما أدركتهم الصلاة ، صفهم فی الصلاة كصفهم فی القتال "۔ 41 کعبؓ تورات میں مذکور آپ ﷺ کی صفات کے بارے میں فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی ولادت مکہ میں ہوگی اور آپ ہجرت طابہ (مدینہ کا وصفی نام) میں فرمائیں گے اور آپ کی سلطنت شام پر ہوگی اور آپ کی امت تعریف کرنے والی ہوگی جو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوگی۔ حتی کہ آپ نے فرمایا: وہ وہیں نماز پڑھ لیں گے جہاں ان کو نماز کا وقت پالے گا۔ ان نماز میں صف ویسے ہی ہوگی جیسے جہاد میں صف بناتے ہیں۔

آیت مبارکہ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ ہُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ کی تفسیر عطاء بن ابی رباح کے قول سے بایں الفاظ فرماتے ہیں:"قال عطاء بن أبی رباح : الهمزة الذی يغتاب ويطعن فی وجه الرجل ، واللمزة الذی يغتابه من خلفه اذا غاب "42۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں۔ ھمزۃ سے مراد وہ غیبت ہے جو کسی شخص کے سامنے کی جائے اور لمزہ سے مراد وہ غیبت ہے جو اس کی عدم موجودگی میں پیٹھ پیچھے کی جائے۔

کلام اللہ کے کسی لفظ یا جملے کا مفہوم قرآن و سنت اور اقوال صحابہ وغیرہ کی روشنی میں نہ مل سکنے کی صورت میں تابعین رحمھم اللہ کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور قرآن و سنت اور صحابہ کے اقوال کے بعد اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور نقل اقوال کے سلسلے میں کسی بھی قسم کے ردو قدح کی بجائے انہی کے الفاظ و انداز میں اقوال کو بیان فرمادیتے ہیں تاکہ الفاظ و انداز کی تبدیلی سے مفہوم و مطلوب کی صراحت میں کجی واقع نہ ہو۔

أیسر التفاسیر میں "سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کی آراء" سے استدلال کا اسلوب و منہج:

کلام باری تعالیٰ سے غرض باری تعالیٰ کو آشکار و عیاں کرنے کا کام عہد نبوی سے جاری ہوا اور مختلف عصور و عہود کے ناصحین و مصلحین میں اس امر کا اہتمام ترجیحی بنیادوں پر کیا جاتا رہا۔ اس تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے مستخلفین نے سلف صالحین کی جہود کو سراہتے ہوئے جابجا ان کی آراء و اقوال سے استدلال فرمایا۔ علامہ جزائری رحمہ اللہ نے بھی اس روایتی اسلوب کی نہ صرف یہ کہ تائید و حمایت فرمائی بلکہ عملاً مفسرین و مجتہدین کے افکار اور علمی نکات سے بھرپور استفادہ فرمایا۔ مفسرین کرام سے مراد وہ اصحاب فضل و دانش ہیں جو اس جادہ مستقیم (فہم قرآن کی خاطر غرض

قرآن کی وضاحت کرنے) پر متأخرین امت سے پہلے رواں دواں تھے۔ مفسرین سے استمداد دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مذکورہ تفسیر کسی انوکھے طرز سے وابسطہ نہیں بلکہ اسی نہج پر استوار ہے جس پر اکابرین امت نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے تفسیر کو پیش فرمانے کے پس پردہ محرکات میں موقف ذاتی کی توثیق وتصدیق کرنا تاکہ قاری کے لیے مزید تشفی کا باعث ہو۔ مختار مذہب پر مزید اطمئنان کی خاطر موقف راجح کے شواہد بیان کرنا۔ علماء وفضلاء اور عامۃ الناس کو اغلاط سے بچانے اور انہیں صحیح ودرست معلومات سے روشناس کروانے کیلئے، بعض منقولات یا مرجوح موقف کی تردید کرنا اور عرف کو بیان کرکے، حقیقت کو اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

علامہ جزائری رحمہ اللہ صحیح معنوں میں لاتنظر الی من قال وانظر الی ما قال کے فارمولے کو اپنانے والے تھے۔ آپؒ نے قطعاپرواہ نہ کی کہ کسی شخصیت کی نسبت وشہرت کیا ہے وہ کس مذہب ومسلک کا عقیدت مند ہے اور کس منہج کا مؤید وداعی ہے۔ آئمہ وصوفیاء سے لے کر محدثین ومفسرین تک ہر چمن سے گل نایاب کو جمع فرمایاہے۔ بالفاظ دیگر آپؒ نے ہر اس شخص سے آراء وعلمی نکات کو جمع فرمایا جس کے اقوال و آراء نے کلام اللہ کے مفہوم کو صحیح معنوں میں اجاگر کرنے میں کردار ادا کیا۔ جن اعلام سے علامہ جزائریؒ نے تفسیری استشہاد فرمایاہے ان میں امام اعظم امام ابوحنیفہؒ، امام دارالھجرۃ امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام قرطبیؒ، مفسر ومؤرخ ابن اسحقؒ، امام دارقطنیؒ، علامہ ابن کثیرؒ، ابن عطیہ اندلسیؒ، مقاتل بن سلیمانؒ، فضیل بن عیاض مالکیؒ، ابن عربیؒ، حسن بصریؒ، جنید بغدادیؒ اور بعض اوقات اسلاف اور علماء واہل علم کے حوالے سے بھی اقوال وآراء کو اخذ فرمالیتے ہیں۔ ذیل میں چند امثلہ بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

سورہ النحل کی آیت مبارکہ ﴿لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ کے تحت امام مالک وامام ابوحنیفہ کے اقوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہوئے، حاشیہ (نہر الخیر) میں رقمطراز ہیں: **"أخذ مالک من قوله تعالىٰ : ﴿لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ : حرمة أكل لحوم الخيل وو افقه أبوحيفة ، وأجاز الجمهور أكلها لأن الآية لم تحرم شيئا و انما ذكرت فائدة من فو ائدها وهى الركوب"**43 اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ سے امام مالک نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کو اخذ فرمایا اور امام ابوحنیفہؒ نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔ اور جمہور نے اس کو کھانے کی رخصت دی ہے کیونکہ آیت میں حرمت کا ذکر ہی نہیں ہے۔ آیت مبارکہ میں تو صرف اس کے دو فوائد کا بیان ہوا ہے اور وہ ہے سواری کے لیے کام آنا۔

اسی طرح امام دار الھجرۃ، امام مالکؒ کے اقوال سے استدلال فرماتے ہوئے سورت یوسف کی آیت مبارکہ ﴿وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الأَحَادِيثِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: **"قيل لمالک أيعبر الرؤيا كل أحد ؟ فقال: بالنبوة تلعب ؟ لايعبر الرؤيا الا من يحسنها فان رأى خيراً أخبر به وان رأى مكروها فليقل خيرا أو ليصمت "**۔ 44 امام مالک سے کسی نے پوچھا کیاہر شخص خواب کی تعبیر بیان کرسکتاہے۔ آپ فرمانے لگے: کیا نبوت کے ساتھ کھیل کرنا ہے؟ خوابوں کی تعبیر اسے احسن انداز میں سمجھنے والے کے سوا کوئی نہ دے۔ اگر وہ کوئی خیر دیکھتاہے تو اس سے متعلق آگاہ کرے اور اگر ناپسندیدہ چیز دیکھتاہے تو خیر کا کلمہ کہے یا پھر خاموش رہے۔ آیت مبارکہ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ کے تحت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے، رقمطراز ہیں: **"يروى أن الامام الشافعى رحمه الله تعالىٰ أنشد واستشهد بالبيتين الآتيين:**

تمنی رجال أن أموت وان أمت فتلک سبیل لست فیھا بأوحد

فقل للذی یبغی خلاف الذی مضی   تهیأ لأخری مثلها فکأن قد45

لوگ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں اور اگر میں مر گیا تو یہ ایک ایسا راستہ ہوگا جس میں میں زیادہ عرصہ نہیں ٹک پایا ہوں۔ جو شخص گزشتہ (دنوں اور احوال) کے خلاف چاہتا ہے، اسے کہو کہ وہ دوسری زندگی کے لیے اس طرح تیاری کرے گویا کہ وہ یہی ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے علامہ جزائریؒ سورت المائدۃ کی آیت مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ۔۔۔﴾ کے تحت مسلمان کے نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلم کی شہادت قبول کرنے کا ثبوت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: "یہ اس بنیاد پر ہے کہ یہ آیت مبارکہ منسوخ نہ ہے۔ اور یہ نادر اقوال میں سے ہے جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور یہی راجح قول ہے اور آیت مبارکہ کی اس (مسلم کے عدم وجود پر غیر مسلم سے گواہی لینا) پر قوی دلالت کر رہی ہے۔ آگے فرماتے ہیں: اور ان میں سے جو اس آیت کے منسوخ نہ ہونے کے قائل ہیں، ان میں صحابہ کرام میں سے ابو موسی اشعری، عبداللہ بن قیس، عبداللہ بن عباس ہیں اور تابعین میں سے: سعید بن مسیب، سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی وغیرہ ہیں اور ائمہ (اربعہ) میں سے اہل سنت کے امام احمد بن حنبل ہیں۔ اللہ ان سب پر رحمتیں نازل فرمائے"46 آمین

علامہ جزائریؒ معروف مؤرخ ومفسر قرآن ابن اسحق کے قول کو آیت مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِيْنِهِ۔۔۔﴾ کی تفسیر میں اختیار فرماتے ہوئے فرماتے ہیں: **"قال ابن اسحق لما قبض رسول الله ﷺ ارتدت العرب الا ثلاثة مساجد مسجد المدينة ومسجد مكة ومسجد جؤ ائى(اسم حصن بالبحرين) وكان المرتدون على قسمين: قسم منعوا الزكاة واعترفوا بباقى الشريعة وقسم نبذوا الشريعة)"** 47 ابن اسحق فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو تین مسجدوں کے سوا عرب (کے بہت سے لوگ) مرتد ہو گئے۔ اول: مدینہ کی مسجد نبوی والے، دوم: مکہ کی مسجد والے سوم: جوائی مسجد والے (یہ بحرین کے قلعہ کا نام ہے) اور مرتد دو طرح کے تھے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے زکاۃ کا انکار کر دیا تھا اور باقی شریعت کو مانتے تھے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے شریعت کو ہی چھوڑ دیا تھا۔

موقع محل کی مناسبت سے علامہ جزائریؒ نے امام ابن کثیر کی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم" سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ سورہ نمل کی تفسیر کرتے ہوئے آیت مبارکہ: ﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِيْنَ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں: **"﴿من الغابرين﴾ قال ابن كثير : أى من الهالكين مع قومها لأنها كانت ردءاً لهم على دينهم وعلى طريقتهم فى رضاها بأفعالهم القبيحة ، فكانت تدل قومها على ضيفان لوط ليأتوا اليهم"۔** 48 امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "غابرین" سے مراد "ھالکین" یعنی قوم کے ساتھ مل کر تباہ ہونے والے ہیں۔ کیونکہ ان کی، ان کے طرز زندگی اور افعال قبیحہ پر رضا اور غبت کے سبب توبیخ کی گئی تھی۔ کیونکہ وہ قوم لوط کو مہمانان لوطؑ سے متعلق آگاہ کرتی تھی۔

آیت مبارکہ ﴿وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ﴾ کے تحت جنید بغدادیؒ سے تفسیری استدلال کرتے ہوئے، فرماتے ہیں: "اخلاص کا معنیٰ عبادت میں توجہ کو غیر اللہ کی طرف مبذول ہونے سے بچالینا۔ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اخلاص اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے اسے فرشتہ بھی نہیں جانتا کہ لکھ دے اور نہ شیطان جانتا ہے کہ خرابی پیدا کرے اور نہ خواہش نفس کو اس کا علم ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کرے"۔49 جنید بغدادی ایک معروفی صوفی بزرگ ہیں۔ صوفیاء میں سے ابن عربی اور جنید بغدادی سے علامہ جزائریؒ نے استشہاد فرمایا ہے۔

بعض اوقات علامہ جزائریؒ اہل علم کا مطلقا حوالہ دے کر تفسیری استدلال فرماتے ہیں۔ مثلاً آیت ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ کے ضمن میں اہل علم کے حوالے سے رقمطراز ہیں:"قضى أهل العلم أن السيل اذا كان بسبب مطر فان الأعلى يقدم على الأسفل ، فيسقى من وصل اليه السيل حتى يبلغ الماء الكعبين فى أرضه ثم يرسل السيل كله الى من تحته فيسقى ثم يرسل الى من تحته وهٰكذا وهو قول المالكية مأخوذ من حكم رسول الله ﷺ فى قضية الزبير والانصارى وهو الحق "۔ 50 اہل علم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر پانی کا بہاؤ بارش کی وجہ سے ہے تو اوپر والا نیچے والے سے مقدم ہوتا ہے، لہٰذا وہ (اپنی زمین کو) سیراب کرے یہاں تک کہ پانی اس کی زمین میں دو ٹخنوں تک پہنچ جائے، پھر مکمل بہاؤ کو نیچے والوں کی طرف منتقل کر دے۔ پھر اس سے نیچے والوں کی طرف منتقل کیا جائے۔ یہی مالکیوں کا قول ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زبیر اور انصاری کے معاملے میں فیصلہ سے لیا گیا ہے، اور یہی صحیح ہے۔اور آیت مبارکہ﴿وكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں:"وقال العلماء : من الاسراف : الأكل بعد الشبع ۔ وقال لقمان لابنه : يابنى لا تأكل شبعا فوق شبع فانك ان تنبذه للكلب خير من أن تأكله ۔ "51 علماء نے فرمایا: پیٹ بھر کر کھانا، اسراف میں سے ہے۔ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: میرے بیٹے، ایک کے بعد ایک پیٹ بھر کر مت کھا، کیونکہ اس کے کھانے سے بہتر ہے کہ اسے کتے کے پاس پھینک دے۔

آیت مبارکہ ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ﴾ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:"فسر السلف الكنود بالهلوع والجحود والجهول والحقود والمنوع ، وفعله كند يكند كنودا من باب دخل يدخل دخلاأى كفر النعمة وجحدها"52۔ اسلاف نے کنود کی وضاحت ھلوع (گھبرا جانے والا) جحود (ناشکرا)، جھول (جاہل)، حقود (کینہ پرور) اور منوع (بھلائیوں سے باز رہنے والا) سے کی ہے۔ اور اس کا فعل کند، یکند، کنود بروزن دخل، یدخل دخول استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنیٰ نعمت کو چھپانا اور اس کا انکار کرنا ہے۔

اسی طرح آیت مبارکہ ﴿إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:"الاجماع على وجوب رد الأمانات لأصحابها كفارا أو مؤمنين فجارا أو أبرارا " 53 امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرنا واجب ہے خواہ وہ کافر ہوں یا مؤمن فاسق و فاجر ہوں یا نیک۔

اسی طرح آیت مبارکہ﴿فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَ أَيْدِيْكُم مِّنْهُ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:" خشک مٹی سے وضو کے جواز پر اجماع ہے، جو طہارت کا منبع ہے بشرطیکہ اس کی کیفیت بدلی ہوئی نہ ہو اور وہ غصب شدہ بھی نہ ہو اور سونا، چاندی، یاقوت، زمرد اور کھانے جیسے روٹی، گوشت وغیرہ اور اسی طرح کی نجاستوں وغیرہ سے تیمم نہ ہونے پر بھی اجماع ہے۔ اور کچھ چیزیں جو ذکر نہیں کی گئیں ان میں اختلاف ہے مثلاً پتھر، دلدل اور ریت وغیرہ"54

تفسیر میں ذاتی موقف پیش فرمانے کا اسلوب:

ذاتی موقف کو اقول کہہ کر بیان کرتے ہیں۔ سورہ ھود کی آیت ۲۰ میں﴿مَا كَانُواْ يَسْتَطِيْعُونَ السَّمْعَ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:

"أقول : ما كنت أدرك المعنى الحقيقي لقوله تعالى: ﴿مَا كَانُواْ يَسْتَطِيْعُونَ السَّمْعَ﴾ حتى كان صوت العرب على عهد بطل الاشتراكية "عبدالناصر" وأخذ يسب ويشتم ويعير ويقبح سلوك كل من لم يوال الاشتراكين فكنت ۔ والله ۔ لا أستطيع سماع ما يذيعه ، وثم فهمت معنى الآية على حقيقته ۔" 55

میں کہتا ہوں: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا صحیح مطلب معلوم نہیں ہوا: (وہ سننے کے قابل نہیں تھے) یہاں تک کہ سوشلزم کے ہیرو "عبدالناصر" کے دور میں عربوں کی آواز نے لعن طعن کرنا، لعنت ملامت کرنا شروع کر دیا۔ اور ہر اس شخص سے جو سوشلسٹ جماعت سے تعلق قائم نہ کرتا، بدترین رویہ بر تا جاتا تھا۔ تو واللہ میں وہ باتیں سن ہی نہ سکا جنہیں وہ پھیلا رہے تھے اور پھر (تب) مجھے آیت کا صحیح مفہوم سمجھ میں آیا۔

الغرض یہ کہ علامہ جزائریؒ مفسرین کے اقوال کو پیش کرنے میں محض ایک ہی مقصدیت کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ وسعت نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے موافق آراء کے ساتھ ساتھ بغرض اصلاح دیگر آراء کو بھی بیان فرما کر موقع محل کی مناسبت سے تنبیہ و تعلق کو واضح فرما دیتے ہیں۔ احکام و مسائل میں زیادہ تر جمہور کے اقوال و آراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ جبکہ تاریخی بیانات میں جمہور پر دیگر افراد کے اقوال بھی اختیار فرما لیتے ہیں جیسے طاہر بن عاشور صاحب التحریر والتنویر کے قول کو جمہور کے مقابل اختیار فرمانا۔ اسی طرح ائمہ میں امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام اعظم امام ابو حنیفہ کے اقوال کو بطور استدلال اور قیام حجت کے لیے پیش فرمایا تاہم امام ابو حنیفہ کی آراء سے اختلاف بھی فرمایا ہے۔ امام دار قطنی کے اقوال کو بطور استدلال و استشہاد، تنبیہ و تاکید اور تردید و تسوید پیش فرمایا ہے۔ امام حسن بصری کے اقوال سے اختلاف فرمایا ہے۔ صوفیاء میں ابن عربی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ کے اقوال کو بطور حجت پیش فرمایا ہے۔ تفسیر میں اسلاف، اہل علم، اجماع امت اور ذاتی آراء کو بھی اہمیت دیتے تھے۔

"أیسر التفاسیر" میں اسرائیلیات سے استدلال کا طرز و اسلوب

علامہ جزائریؒ اہل کتاب سے دو قسم کی روایات لینے کے قائل تھے۔ اول: وہ روایات جو قرآن و سنت سے مطابقت رکھتی ہیں۔ دوم: وہ روایات جن کے صدق و کذب سے قرآن و سنت میں سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ وہ روایات جو قرآن و سنت سے متصادم و معارض ہیں، آپؒ نے ان سے حتی الوسع صرف نظر فرمایا ہے۔ قرآن کی آیت مبارکہ ﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَہْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِيْ ہِیَ أَحْسَنُ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: "یہ مؤمنین کو ایک اور تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر انہیں کسی ایسی چیز کے بارے میں اہل کتاب خبر دیں، جس کے بارے میں اسلام میں ثبوت یا نفی نہیں پائی جاتی اور وہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ بات ان کی کتب میں بعینہ ایسے مذکور و بیاں ہوئی ہے تو تمہیں وہی کہنا چاہیے جس کی طرف اللہ رب العزت نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ اور وہ ہے: ﴿آمَنَّا بِالَّذِيْ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ۔۔﴾ تاکہ ہم (انجانے میں) حق کو جھٹلانہ بیٹھیں اور باطل کے ساتھ ایمان نہ لا بیٹھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب" 56 آپؒ نے اہل کتاب کی ایسی روایات کو "أیسر التفاسیر" میں بھی ذکر فرمایا ہے، جس کی طرف قرآن و سنت میں اشارہ تو تھا مگر اس انداز کی صراحت نہ پائی جاتی تھی جو اہل کتاب میں معروف و متداول تھی۔ مثلاً آیت مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ﴾ میں مناطق طیور کے حوالے سے علامہ جزائریؒ رقمطراز ہیں:

"مما يؤثرعن سليمان ؑفی معرفة منطق الطير: "لدوا للموت و ابنوا للخراب "۔ "لورشان " نوع من الحمام البری أكدر "ليت هٰذا الخلق لم يخلقوا وليتهم اذ خلقوا علموا لماذا خلقوا " لفاخته" نوع من الحمام البری له طوق "من لايرحم لايرحم" لهدهد" استغفروا الله يا مذنبين "لصرد " قدموا خيرا تجدوه "لخطافة"اللهم العن العشار "لغراب"كل شيئ هالک الا وجهه "للحدأة "من سكت سلم وويل لمن الدنيا همه "للقطاة "سبحان ربی القدوس "للضفدع"أذكروا الله ياغافلين "للديک 57 "

وہ باتیں جو سلیمانؑ سے پرندوں کی بولیوں کے حوالے سے ماثور ہیں وہ حسب ذیل ہیں: وہ موت کے لیے پیدا ہوئے اور تباہی کے لیے بنائے گئے۔ (ورشان 58 کے لیے) یہ جنگلی کبوتر کی ایک قسم جو گہرے گدلے رنگ کی ہوتی ہے۔ "کاش کہ یہ مخلوق نہ بنی ہوتی اور کاش جب یہ خلق کی گئیں تو انہیں علم ہوتا کہ یہ کیوں خلق کی گئی ہیں"۔ (فاختہ کے لیے) یہ بھی جنگلی کبوتر کی ایک قسم ہے جس کی گردن پر سیاہ حلقہ ہوتا ہے۔ "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا" (ہدہد کے لیے) ۔اے گناہگارو اللہ سے بخشش طلب کرو۔ (لٹورے کے لیے) نیکیاں آگے بھیجو" (خطافۃ: ابابیل کی ایک قسم)۔ اے اللہ ! ٹیکس لینے والوں پر لعنت فرما۔ (کوے کے لیے) ہر چیز تباہ ہونے والی ہے سوائے رب کی ذات کے (چیل کے لیے) جو خاموش رہا بچا رہا۔ (بلی کے لیے) تباہی ہے اس شخص کے لیے جس کی زندگی کا مقصد (حصول) دنیا ہے۔ (بلی کے لیے) میرا رب قدوس بہت پاک ہے (مینڈک کے لیے)۔ اے غافلو! اللہ کو یاد کرتے رہو (مرغ کے لیے)۔

علامہ جزائری رحمہ اللہ کی یہ تفسیری توضیح اسی قبیل سے ہے جس پر قرآن و سنت نے سکوت اختیار فرمایا ہے۔ اور اس عبارت کو پیش کرنے کا مقصد محض پرندوں کی مناسبت سے گہری بصیرت اور حکمت و معرفت کی ایک جھلک پیش کرنا ہے۔ کہ فلاں پرندے کی زندگی سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے۔ علامہ جزائریؒ یہ عبارت پیش فرما کر نہ صرف یہ کہ اسرائیلیات سے استدلال کے جواز کو پیش فرما رہے ہیں بلکہ انسانی زندگی کے لیے اخلاقیات، روحانیت اور دنیاوی حقیقتوں کو پرندوں کی زندگیوں کے مطالعہ سے آشکار فرما رہے ہیں۔

"أيسر التفاسير" میں لغت عرب (نحو صرف) سے استمداد کا اسلوب و منہج:

تفسیری منابع میں ایک اہم ترین منبع لغت عرب ہے۔ چونکہ کلام اللہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اسی لیے اس کے مفاہیم کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے عربی لغت کا ادراک ناگزیر امور میں سے ہے۔ علامہ جزائریؒ فہم کلام اللہ میں لغت عرب کی اہمیت سے خوب واقف و شناساں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ نے "أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير" میں جابجا نحوی تراکیب، صرفی تحلیل، بلاغی نکات اور عہد قدیم و حدیث کے اشعار سے اس تشنہ طلب گوشے کی تکمیل فرما کر قلمی کاوش کے ثمرات کو بھرپور انداز سے سمیٹنے کی سعی فرمائی ہے۔ لغوی مباحث سے جن امور تک رسائی کی جاتی ہے، ان میں الفاظ کی ساخت کا نمایاں ہونا، لفظی تصرف سے معنوی تبدیلیوں کی نشاندہی کرنا، جملے میں الفاظ کے تعلق اور حیثیت کو واضح کرنا نیز تراکیب نحو یہ سے الفاظ میں ربط و تسلسل قائم کرنا سرفہرست ہیں۔ آیت مبارکہ ﴿فَإِذاً لاَّ يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيْراً﴾ کے تحت نہر الخیر میں فرماتے ہیں: "اذا : هنا ملغاة فلم تنصب المضارع بعدها وذلک لدخول فاء العطف عليها ولو نصب وكان فی غير القرآن بها لجاز النصب ، قال سيبويه : (اذاً) فی عوام الأفعال بمنزلة ظن فی عوامل الأسماء أی تلغی ولا تعمل اذا لم يكن الكلام معتمداً عليها "۔59 یہاں "اذا" کا عمل لغو ہو چکا ہے۔ سو یہ اپنے بعد مضارع کو نصب

نہیں دے گا۔ اور یہ اس پر فاعاطفہ کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے اور اگرچہ یہ نصب دیا جائے اور یہ قرآن کے علاوہ عبارت میں ہو تو نصب دینا جائز ہو گا۔ سیبویہ کہتا ہے: عام افعال میں "اذا" ظن کی حیثیت رکھتا ہے جیسے اسماء کے عوامل میں ہوتا ہے یعنی جب کلام اس پر انحصار نہ کرتا ہو تو لغو ہو جائے گا اور کوئی عمل نہیں کرے گا۔ ایسے ہی دوسرے مقام پر لغوی ابحاث کو بیان کرتے ہوئے آیت مبارکہ ﴿وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُہُمْ تِلْقَاء أَصْحَابِ النَّارِ﴾ کے ضمن میں رقمطراز ہیں: "قال أهل اللغة : لم يأت مصدر على تفعال سوى حرفين : تلقاء و تبيان ـ وما عداهما فبالفتح نحو تسيار و تذكار وتهمام ، أما الأسماء فكثيرة نحو تمثال ومفتاح و مصباح و معراج "60 اہل لغت فرماتے ہیں: تفعال کے وزن پر دو حروف کے سوا مصدر نہیں آتا۔ اور وہ ہیں تلقاء اور تبیان۔ ان کے علاوہ جو بھی ہیں، وہ فتح کے ساتھ آتے ہیں۔ جیسے تسیار، تذکار، تهمام وغیرہ البتہ اسماء میں یہ وزن بکثرت پایا جاتا ہے جیسے تمثال، مفتاح، مصباح اور معراج وغیرہ۔

نحوی تراکیب کا بیان:

اگرچہ علامہ جزائریؒ مقدمہ "أیسر التفاسیر" کے نکات میں وضاحت کرتے ہوئے نکتہ نمبر سات میں اظہار فرما چکے ہیں کہ کتاب کو نحوی و بلاغی مباحث وغیرہ سے پاک رکھا جائے گا۔ اس نقطہ نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے نحوی طویل مباحث سے تو حتی الوسع اجتناب فرمایا ہے تاہم وقتاً فوقتاً حسب ضرورت نحوی تراکیب و توضیحات کو پیش بھی فرمایا ہے۔ ذیل میں "أیسر التفاسیر" سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ سورت النسآء کی آیت مبارکہ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلاَلَةَ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں: "جملة : يشترون فى محل نصب حاليه وهى بضميمة جملة ﴿أُوتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ﴾ فيكون مثار العجب فى نفس السامع ، لأن اشتراء العالم الضلالة أمر عجب بلاشک "61۔ جملہ یشترون بر محل نصب ہے اور جملہ ﴿أُوتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ﴾ سے منسلک و مربوط ہے۔ تو یہ سامع کے نفس میں تعجب پیدا کرنے کا سبب ہے کہ دنیا کا گمراہی کو خریدنا بلا شک و شبہ ایک تعجب خیز معاملہ ہے۔ ایک اور مقام پر آیت مبارکہ ﴿ذَلِکَ بِأَنَّہُمْ شَآقُّواْ اللهَ وَرَسُولَهُ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: "ذالک : مبتدأ والخبر محذوف تقدير الكلام: الأمر ذالک ، والجملة تعليلية لأن الباء فى قوله: (بأنهم) سببية"۔62 ذالک مبتدا اور خبر محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے (الامر ذالک) یعنی معاملہ یہ ہے۔ اور جملہ تعلیلیہ ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ﴿بِأَنَّہُمْ﴾ میں "ب" سبب بیان کر رہی ہے۔ ایک اور مقام پر مبتدا و خبر کا اجمالاً ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "﴿ مِّنَ الَّذِيْنَ ہَادُواْ﴾ خبر لمبدأ محذوف تقديره : من الذين هادوا جماعة يحرفوه الكلم عن مواضعه ومن تبعيضية " 63 من الذين هادوا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ مقدر عبارت یوں ہے۔ من الذين هادوا جماعة يحرفوه الكلم عن مواضعه۔ یعنی یہودیوں میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اس کی کلمات کی اس کی جگہوں سے تبدیلی کر دیتی ہے اور من تبعیضیہ ہے۔ گویا علامہ جزائریؒ کے نزدیک ﴿من الذين هادوا﴾ خبر مقدم ہے اور جماعة موصوف يحرفون الكلم عن مواضعه صفت ہے اور موصوف اپنی صفت کے ساتھ مبتدا مؤخر ہے۔ ایک اور مقام ﴿والله اعلم باعدائکم﴾ کے تحت جملہ معترضہ کی وضاحت بایں الفاظ فرماتے ہیں: "جملة اعتراضية وهى تحمل التعريض بأن ارادة اليهود تضليل المسلمين ناجمة عن عداوة وحسد للمسلمين "۔ 64 یہ جملہ معترضہ ہے اور اس کی تعریف یہ ظاہر کر رہی ہے کہ یہودیوں کا ارادہ مسلمانوں سے حسد و عداوت کے باعث گمراہ

کرنے کا ہے۔ نحوی امور وتراکیب کی توضیح میں علامہ جزائریؒ نے اپنی استطاعت کے مطابق اختصار سے کام لیا ہے۔ سابقہ مثالوں میں واضح طور پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ آپؒ طویل ابحاث اور مفصل مضامین پیش کرنے کی بجائے اجمالا اشارہ کرتے ہوئے ان کا ذکر فرما کر، دیگر عناوین کی جانب عدول فرماجاتے ہیں۔

صرفی تحلیل کا بیان:

علامہ جزائریؒ نے موقع محل کی مناسبت سے صرفی تحلیل کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ طوالت ممل سے بچتے ہوئے ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آیت مبارکہ ﴿إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَہْلِہَا﴾ کے ضمن میں رقمطراز ہیں:"**الأداء : مصدر أدى المخفف المستغنى عنه بالمضعف ، أدّى يؤدى ، تأدية ، اذا أوصل الشئ الى طلبه ويتجوز فيه فيطلق على الاعتراف بالشىء والوفاء به وذالک کقول الحق ، وتبليغ العلم الشرعى ، والمراد به هنا ايصال الشىء الى صاحبه** "۔ 65 تؤدوا، الاداء سے ادی کا مصدر ہے۔(یہ مصدر) مضاعف (مزید فیہ) سے قطع نظر مجرد ہے۔"أدّى يؤدى ، تأدية" (یعنی مضاعف کے ساتھ تب بولا جاتا ہے) جب کسی چیز کو اس کے مستحق تک پہنچا دیا جائے اور اس میں مجازا توسیع کرکے کسی چیز کے اعتراف (کسی کے حق کو تسلیم کرلینا) اور وفا (کسی ذمہ داری کو پورا کرنے) کے معانی پر بھی بولا جاتا ہے۔ بعینہ ویسے، جیسے یہ لفظ سچ بولنے (کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے) اور شرعی علوم کی تبلیغ پر بولا جاتا ہے۔ (مگر) یہاں (تؤدوا کا معنیٰ) چیز کو اس کے مالک تک پہنچانا مقصود ہے۔ صرفی تحلیل کے ساتھ ابواب اور معانی کی تبدیلی اور مقصودی معنیٰ پر دلالت سب کچھ مختصرا بیان فرما دیتے ہیں۔

"أيسر التفاسير" میں اشعار سے استدلال کا اسلوب و منہج:

علامہ جزائریؒ نے تفسیر قرآن کی ابتداء ہی ایک شعر سے فرمائی۔ اور بیسیوں شعراء کے سینکڑوں اشعار کو بطور حجت پیش فرمایا۔ آپؒ نے اشعار کے ذریعے لغوی معانی، ترجیحی معانی، اصطلاحی معانی، نادر المعنیٰ، جہت معنیٰ کا تعین، اعرابی استشہاد، مرکزی مفہوم پر استدلال، اظہار علل، جملہ معترضہ میں مضمر حکمتیں اور ان سے رفع ابہام، اصلاح تلفظ، مختار معانی پر تصدیق وتائید، نحوی مسائل کی تفہیم، قرآت سبعہ کی وضاحت اور رفع ابہام، کلام الٰہی کی آیات کا مخصوص عملی انطباق، کلام اللہ کے مقابل قافیہ کلامی کرنے والے شعراء کی گرفت اور کلام اللہ کی فصاحت کی تائید میں اشعار سے توثیق وغیرہ کے لیے متعدد اشعار سے استدلال فرمایا۔ جن میں سر فہرست شعراء میں سے **نابغه ذبیانی، زہیر بن سلمی، طرفة، ابن ابی صلت، سموال، حارث بن عبد یغوث، أبو قیس بن رفاعة ، زبیر بن عبدالمطلب ، حصین بن حمام، درید بن صمة، حسان بن ثابت** اور **امرؤ القیس بن حجر کندی** وغیرہم کے اشعار سے بارہا استدلال فرمایا۔ ان کے علاوہ بہت سے اشعار "قال شاعر، کقول الشاعر، ما احسن ما قیل فی معنٰی، ومنہ قول الشاعر، وغیرہ" جیسے الفاظ کہہ کر شاعر کے نام کو ذکر کیے بغیر بھی بیان فرمائے۔ اور کچھ بدوی لوگوں کے اشعار سے بھی مافی الضمیر کو ثابت کرنے کیلئے استمداد لی ہے۔ آپؒ سورۃ فاتحہ کا عنوان قائم کرتے ہی فرماتے ہیں "وهى مكية وآياتها سبع" اور اس کے معاً بعد نھر الخیر میں شاعر نابغہ ذبیانی66 کے شعر سے لغوی معنیٰ پر بایں الفاظ استدلال فرماتے ہیں:"الآیۃ: فی اللغۃ العلامۃ ومنہ قول الشاعر:

ے **توهمت آيات لها فعرفتها لستة أعوام واذا العام سابع** 67

آیت کا لغوی معنیٰ علامت ہے۔ شاعر بھی یہی کہتا ہے۔ وہ علامات جنہیں میں چھ سالوں سے جانتا ہوں وہ اس کا وھم دلاتی ہیں اور اس وقت ساتواں سال ہے۔ بعض اوقات اشعار پیش فرمانے کے پس پردہ محرک اعراب کی اباحتی صورتوں کا بیان، اصلاح تلفظ، نحوی مسائل کی تفہیم، قرأت سبعہ کی وضاحت مقصود ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ ﴿ لَاَّ بَيْعٌ فِيْهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں: "قرأ ابن كثير و أبو عمرو ﴿ لاَّ بَيْعٌ فِيْهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ ﴾ بالنصب من غير تنوين و أنشد حسان وهو شاهد هٰذه القراءة:

ے ألا طعان ولا فرسان عادية   الا تجشؤكم عند التنانير

يهجو ناسا فيصفهم بالقعود عن القتال وملازمة التنور للطعام"۔68

ابن کثیر اور ابو عمرو نے ﴿لاَّ بَيْعٌ فِيْهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ﴾ کو بغیر تنوین کے نصب سے پڑھا ہے۔ اور حسان کا پڑھا ہوا شعر اس قرأت پر گواہ ہے۔ ترجمہ: نہ تو کوئی زخمی ہے اور نہ ہی گھڑ سوار مگر تمہاری آہ وفغاں تنوروں کی حد تک محدود ہے۔ شاعر ان لوگوں کی ہجو کر رہا ہے جو جہاد سے رکے اور کھانے کے لیے تنور سے چمٹے بیٹھے ہیں۔ علامہ جزائریؒ حسان بن ثابتؓ کے شعر سے استدلال فرماتے ہیں کہ جیسے "الا طعان" اور "ولا فرسان" میں لا کا اسم منصوب بلا تنوین ہے ویسے ہی قرآن کے الفاظ میں "لا بیع ولا خلۃ ولا شفاعۃ" کی ایک قرأت منصوب بلا تنوین ہے۔ لغوی و اصطلاحی مفہوم و معانی پر استدلال کے ساتھ ساتھ بعض اوقات متعدد معانی میں سے اختیار کردہ معنیٰ کی تصدیق کے لیے بھی اشعار پیش فرماتے ہیں۔ سورہ نسآء کی تفسیر میں ﴿وَلَوْ كُنتُمْ فِيْ بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے نہر الخیر میں رقمطراز ہیں: "تفسیر لقولہ تعالیٰ: ﴿ قل لو کنتم فی بروج مشیدۃ۔۔الخ ﴾ اذ البرج البناء المرتفع، والقصر العظیم، قال طرفۃ یصف ناقۃ:

كأنها برج رومی یکففها   بان بشید و أجر و أحجار"69

آپؒ فرماتے ہیں کہ برج بلند و بالا عمارت اور بہت بڑے محل کو کہتے ہیں۔ دلیل کے طور پر طرفہ شاعر کا کلام پیش فرمایا جو اپنی اونٹنی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: "گویا وہ (اونٹنی) ایک رومی ٹاور ہے جسے بلڈر نے مضبوط شہتیروں، اینٹوں اور پتھروں سے تعمیر کیا ہو"۔

بروج کے معانی میں کہکشاں، آسمان کے ۱۲ برج (برج حمل، اسد، ثور، عقرب، وغیرہ) اور بلند و بالا ذی شان عمارات شامل ہیں۔ علامہ جزائریؒ نے اس مقام پر بروج کے ان معانی میں سے بلند و بالا عمارت کا معنیٰ بیان فرمایا۔ طرفہ بن عبد نے اپنے کلام میں اپنی اونٹنی کو عرب کے قدیم روایتی انداز کو اپناتے ہوئے "رومی برج" سے تشبیہ دی ہے۔ جو کہ جانور کی طاقت اور اس کے وقار کو اجاگر کرتا ہے۔ اسی مفہوم کو اجاگر کرنے کے لیے علامہ جزائریؒ نے آیت کریمہ میں موجود لفظ برج کی توضیح میں اس شعر سے استدلال فرمایا ہے کہ عرب لغت میں برج کا معنیٰ "بلند و بالا" بھی بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا شعر مذکور کی روشنی میں دیگر معانی میں سے ایک معنیٰ کو اختیار کرنے پر دلیل بیان کی گئی ہے۔ بعض اوقات باری تعالیٰ کے کلام میں پائے جانے والے لفظی معانی کی متعدد جہات (اسلوب عرب کو مد نظر رکھتے ہوئے) میں سے ایک کا جہت تعین فرما دیتے ہیں۔ مثلاً ﴿لَّقَدْ كَانَ فِيْ يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں: "السائلون : من يتوقع منهم السؤال عن المواعظ والعبر ، والحكم والعرب يستعملون هٰذا فى أساليبهم للتشويق قال السموال :

ے سلى ان جهلت الناس عنا وعنهم   فليسوا سواء عالم وجهول "70

سائل: وہ لوگ ہیں جن سے نصیحتوں، تعبیروں، حکمتوں میں سوال کی توقع کی جاتی ہے۔ اور عرب یہ انداز اپنے اسلوب میں رغبت دلانے کے

لیے استعمال کرتے ہیں۔ سموال 71 شاعر کہتا ہے:"پوچھ لو اگر لوگ ہمارے اور ان کے بارے میں نہیں جانتے۔ کیونکہ جاننے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہوتے۔ "سائل عموماً وعظ و نصیحت، عبرت حاصل کرنے اور حکمتوں کے ادراک کے لیے سوال کرتے ہیں تاہم اسلوب عرب کے مطابق بعض اوقات سائل سے مراد رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ کلام شاعر سے اس کی مثال بیان فرماتے ہوئے علامہ جزائری یہ ثابت فرماتے ہیں کہ سموال کے شعر میں جو سوال کا بیان ہے یہ کسی حقیقت وماہیت کے ادراک کیلئے نہیں تھا بلکہ سوال پر محض رغبت دلانا مقصود تھی۔ قصہ مختصر یہ کہ اسلوب عرب کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ جزائریؒ نے اشعار کے ذریعے لفظ کے معنیٰ کی متعدد جہات میں سے ایک جہت کا تعین فرما دیا۔ بعض اوقات لفظ کے معانی، مفاہیم، ترجیحی استدلال کے ساتھ ساتھ جہاں مناسب توجیہات مطلوب و مقصود ہوں علامہ جزائریؒ انہیں پیش فرماتے ہیں اور پھر اشعار سے استشہاد کرتے ہوئے اپنی بات کو لغت عرب کے معروف ادباء کے کلام سے ثابت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ کلام اللہ کی آیت مبارکہ ﴿فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ کے ضمن میں طرفہ کے شعر سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" شجر: اختلط واختلف، ومنه سمي الشجر شجرا لاختلاط أغصانه، قال طرفة:

وهم الحكام أرباب الهدى وسعاة الناس في الأمر الشجر 72

شجر کا معنیٰ ہے: گھلنا ملنا اور مختلف ہونا اور شجر کو بھی شجر اس کی ٹہنیوں کے گھلنے ملنے کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔ طرفہ کہتا ہے:"اور وہ حکمران ہدایت کے رہنما ہیں اور لوگوں کے اختلافی معاملات میں وسعت ظرفی رکھنے والے ہیں"۔ طرفہ شاعر کے کلام میں محل استشہاد فی الامر الشجر ہے۔ جس کا معنیٰ مختلف فیہ معاملات ہیں۔ اس سے استدلال فرماتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ طرفہ کے کلام میں مستعمل "شجر" کا جو مفہوم ہے، کلام باری تعالیٰ میں بھی ایسے ہی معاملات کے لیے استعمال کیا گیا ہے، جن میں اختلاف پایا جاتا ہو۔ متعدد مقامات پر اشعار پیش کرنے کے پس پردہ محرکات میں لغوی معانی پر استدلال کے ساتھ ساتھ اصطلاحی معنیٰ کو اجاگر کرنا بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کی آیت مبارکہ ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:" قال الشاعر في لباس التقوى:

إذا المرء لم يلبس ثيابا من التقى تقلب عريانا وان كان كاسيا

وخير لباس المرء طاعة ربه ولا خير فيمن كان لله عاصيا " 73

شاعر لباس تقوی کے بارے میں کہتا ہے:"اگر انسان تقوی کی پوشاک نہ پہنے تو برہنہ ہو جائے گا اگرچہ اس نے لباس پہنا ہی کیوں نہ ہو۔ اور انسان کا بہترین لباس اپنے رب کی اطاعت کرنا ہے۔ اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو اللہ کا نافرمان ہو"۔ لباس تقویٰ کا اصطلاحی مفہوم بیان کرنے کے لیے مذکورہ شعر کو پیش کیا گیا ہے۔ علامہ جزائریؒ و شاعر کے نزدیک لباس تقویٰ سے مراد طاعت باری تعالیٰ میں زندگی گزارنا اور گناہوں سے بچ کر رہنا ہے۔ اگر انسان کی زندگی سے ان دو میں سے کوئی بھی مفقود ہو جائے تو وہ گویا ظاہری لباس کے باوجود باطنی طور پر برہنہ ہو چکا ہے۔

کلام باری تعالیٰ کا مفہوم اگر کسی عمدہ و بہترین اشعار کی روشنی میں کیا گیا ہو تو علامہ جزائریؒ تفسیری وضاحت کے ساتھ ساتھ مفہوم کو مزید اجاگر کرنے کے لیے اسے بھی پیش فرما دیتے ہیں۔ اس سے کلام میں فصاحت، فہم میں تقویت اور دلالت میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ سورہ نساء کی تفسیر میں ﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے نہر الخیر میں رقمطراز ہیں:"وما أحسن ما قيل في معنى الآية شعراً :

ءولا خیر فی الدنیا لمن لم یکن له　　　　من الله فی دار المقام نصیب

فان تعجب الدنیا رجالا فانها　　　　متاع قلیل والزوال قریب "74

اور اس آیت کے مفہوم میں کتنا عمدہ شعر کہا گیا ہے: اس شخص کی دنیا میں کوئی بھلائی نہیں جس کے لیے اللہ کی طرف سے دار المقام میں کوئی حصہ نہ ہو۔ بلاشبہ دنیا افراد پر تعجب کرتی ہے۔ یہ تو تھوڑے وقت کا سامان (دیئے گیے) ہیں اور جلد ہی یہ سب ختم ہو جائے گا۔

کلام اللہ میں باری تعالیٰ نے مؤمنین و متقین کے لیے دار عقبی کو عمدہ ترین مقام قرار دیا ہے۔ شاعر کے کلام سے یہی مفہوم زیادہ خوبصورت اور واضح ترین اسلوب میں نکھر کر سامنے آ رہا تھا۔ سو علامہ جزائریؒ نے اس شعر کو پیش فرما کر آخرت کی طرف رغبت اور دنیاوی میلان رکھنے والوں کی مذمت کو بیان فرما دیا۔ اسی طرح زھیر بن اَبی سلمٰی کے قول سے استدلال کرتے ہوئے آیت مبارکہ ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ۔۔۔﴾ کی تفسیر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: " قال زھیر بن اَبی سلمٰی:

ومن ھاب أسباب المنایا ینلنہ　　　　ولو رام أسباب السماء بسلم "75

اور جو اموات کے اسباب سے خوفزدہ رہتا ہے وہ (اموات) اسے پا ہی لیں گی۔ اگرچہ وہ سیڑھیوں کے ذریعے آسمان پر چڑھنے کا پروگرام بنا لیں۔

مذکورہ امثلہ کے علاوہ علامہ جزائریؒ بعض اوقات آیات مبارکہ سے ثابت ہونے والے مضمون / مرکزی خیال پر اشعار کے ذریعے استدلال کے ساتھ ساتھ مخصوص علل کا اظہار بھی فرما دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات قرآن کریم میں موجود معترضہ جملوں (دو جملوں کے درمیان میں مختلف نوعیت کے جملہ کا آنا جس کا سابقہ و لاحقہ جملے سے تسلسل کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو) میں پائی جانے والی مضمر حکمتوں کو بیان کرنے اور ان سے متعلق ابہام کو دور کرنے کے لیے اشعار پیش فرماتے ہیں۔ بعض اوقات کلام اللہ کی آیات کا مخصوص عملی انطباق بیان فرما کر، اس کی تائید کے لیے اشعار سے استدلال فرماتے ہیں۔ بعض اوقات قافیہ کلامی کرنے والے شعراء کی گرفت کے لیے اشعار کو پیش فرماتے ہیں۔ جیسا کہ بدوی شعراء کی گرفت کرنا۔ ا

حوالہ جات

1. جنوبی الجزائری میں بکرہ نامی جگہ جسے عروس الجنوب الجزائریعنی جنوبی جزائر کی دلہن کہا جاتا ہےاس مقام سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔[ایازی، محمد علی،السید،المفسرون حیاتھم و منہجھم ، مکتبہ مؤمن قریش،وزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی مؤسسۃ الطباعۃ والنشر ، ج ۱ ، ص ۲۵۸]

2. تصنیف: محمد بن محمد بن داؤد السنہجی ،جو سنہاجہ سے تعلق رکھنے والے مراکشی فقیہ ہیں. آپؒ کی وجہ شہرت یہی مایہ ناز تصنیف تھی ۔

3. مصنف: علامہ فقیہ ابو محمد عبدالواحد بن أحمد بن علی بن عاشر الانصاری الاندلسی م ۱۰۴۰ ھ

4. عبدالحمید بن محمد بن المکی بن بادیس ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۷ ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۸۸۹ ء الجزائر میں پیدا ہوئے۔ الجزائر میں کئی اصلاحی تحریکات چلائیں ۔ اور الجزائر میں مختلف القاب سے جانے جاتے ہیں ۔ مثلا مصلح الثوری ، الشاعر الصحفی،العالم المفسر،المعلم المربی اور الکاتب السیاسی۔ آپؒ نے تفسیر ابن بادیس کے نام سے اپنی تفسیر بھی لکھی جو احمد بوشمال نے ۱۹۴۸ میں اور الجزائر کی وزارۃ الشؤون الدینیہ نے ۱۹۸۲ ء میں "مجالس التذکیر من کلام الحکیم الخبیر " کے عنوان سے شائع کی ۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے بہت سی تصنیفات ہیں جو بغرض احتراز طوالت ذکر نہیں کی جا سکتی ۔ علامہ ابن بادیس ۹ ربیع الاول ۱۳۵۹ ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۹۴۰ الجزائر میں وفات پائی۔

5. الجزائری، ابو بکر جابر، وجآءوایرکضون مھلا یا دعاۃ الضلالۃ ، دارالحرمین للطباعۃ ، مصر و سوڈان، القاھرۃ، ص ۱۱

6. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر ،المکتبۃ العصریۃ ، البیروت، ط؛۳، ج۱، ص۵۱۴

7. أیضاً: ج۳، ص۳۹۸

8. أیضاً: ج۱، ص۵۱۵

9. أیضاً: ص۴۹۷

10. أیضاً: ص۱۶، ۱۵

11. النسآء: ۴/ ۶۹

12. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر ج۲، ص۲۷؛ مریم: ۱۹/ ۳۰-۳۳

13. أیضاً: ج۱، ص۵۰۹؛ مسلم، کتاب الامارۃ ، باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللہ ، رقم الحدیث :۴۸۵۹؛ سنن ابو داؤد، کتاب الجھاد باب فی السریۃ تخفق ، رقم الحدیث: ۲۴۹۷

14. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر ،ج۵، ص۲۲۷؛ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (ونضع الموازین القسط)، رقم الحدیث: ۵۶۳۷

15. أیضاً: ج۱، ص۱۹۴؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی ﷺ ، رقم الحدیث: ۶۱۵۱

16. أیضاً: ص۶

17. ﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں: "قیل: لایوجد فی المخلوقات من یضحک ویبکی الا الانسان وقیل ان القرد یضحک ولا یبکی، وان البعیر یبکی ولا یضحک۔ واللہ أعلم "۔[الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۵، ص۱۷۵]

18. ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ﴾ کے تحت لکھتے ہیں: "یجوز أن یکون الظرف ﴿إِذ﴾ متعلقا بقولہ تعالیٰ: ﴿لَعَذَّبْنَا﴾ وجائز أن یعلق بمحذوف تقدیرہ ﴿واذکروا اذ جعل۔۔۔ الخ﴾" [أیضاً: ج۵، ص۹۹]

19. ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ کے تحت رقمطراز ہیں: "وقال ابن مسعود: والذی نفسی بیدہ لو کان العسر فی جحر لطلبہ الیسر حتی یدخل علیہ ولن یغلب عسر یسرین "۔[الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۵، ص۵۲۹] اور ﴿أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ﴾ کے ضمن میں رقمطراز ہیں: " قال قتادہ والحسن ومجاھد: بالغزو والجھا مع النبی ﷺ ویرون ماوعد اللہ من النصر یرید یتحقق أمامھم وکأنھم لایعقلون "۔[أیضاً: ج۲، ص۴۴۳؛ ط۱]

20. "و قال العلماء: من الاسراف: الأكل بعد الشبع "۔[أیضاً: ج۲، ص۱۶۵]

21. قضی فیہا اہل العلم ـــــــــ الخ

22. الجمہور علی أن الحدود نفاذ علی اصحابہا فی الحرم۔ [أیضاً: ج۱، ص۱۱۲]

23. اختلف ھل للسحر حقیقۃ [أیضاً: ص۹۲]

24. أیضاً: ج۲، ص۴۱۶

25. ﴿لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں: "یذکر بعض المفسرین أن المراد بالأشقی أمیۃ بن خلف و نظراؤہ من أکابر مجرمی قریش واللفظ عام یشمل کل من ینطبق علیہ الوصف المذکور"[الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۵، ص۵۲۳؛ ط،۱]

26. سورہ نمل میں آیت مبارکہ ﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ﴾ کے ضمن میں رقمطراز ہیں: "قال بعضھم: المأمور بالحمد ھنا: لوط علیہ السلام ورد وھو الحق أن المأمور بہ ھو رسول اللہ ﷺ "۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ یہاں حمد کا حکم لوط علیہ السلام کو کیا گیا۔ اور (اس کا) رد بھی کیا گیا ہے اور وہی درست بھی ہے کہ یہاں مأمور بہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور آیت مبارکہ ﴿وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى﴾ کے تحت رقمطراز ہیں:" قال بعضھم: الذین اصطفواھم امۃ محمد ﷺ ، وقیل: ھم الصحابۃ ورد ھٰذا بما ھو الحق وھو أن الذین اصطفوا ھم: رسول اللہ علیھم السلام وفی الآیۃ تعلیم أدب رفیع وھو أن من افتتح کلامہ مذکرا أو واعظا أو معلما دارسا یفتتح کلامہ بحمد اللہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد ﷺ "۔[الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۴، ص ۲۸

27 الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر، ج۲، ص۴۱۶

.28 "وقیل الجبت: الساحر بلغۃ الحبشۃ، والطاغوت الکاھن عن ابن عباس، وابی جبیر وابی العالیۃ وقال عمرؓ: الجبت السحر والطاغوت الشیطان وقال مالک الطاغوت ماعبد من دون اللہ وقیل ھما کل ماعبد من دون اللہ أو مطاع فی معصیۃ اللہ وھٰذا حسن وھو ما ذکرناہ فی التفسیر"۔[الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۱ص۴۹۲]

.29 الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۱، ص۵۰۳

.30 أیضاً: ص۴۹۲

.31 أیضاً: ج۵، ص۱۶۳

.32 أیضاً: ج۲، ص۵۰۷

.33 أیضاً: ص ۳۱۹

.34 التوبۃ: ۹/ ۱۰۰

.35 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشھادات، باب لایشہد علی شھادۃ جور اذا أشہد، رقم الحدیث: ۲۶۵۲

.36 الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۲، ص۳۵۴؛ط۱

.37 أیضاً: ج۵، ص۳۷۵

.38 أیضاً: ج۳، ص۲۳۴

.39 أیضاً: ج۲، ص۵۰۱؛ط؛۱

.40 کبار تابعین میں سے ہیں۔ اصل نام ابواسحٰق کعب بن ماتع الحمیری تھا۔ کنیت ابواسحق اور انہیں احبار، ربی (راء کے کسرہ سے) ہونے کی وجہ سے کہاجاتا تھا۔ یہودی عالم تھے جو عہد خلفاء راشدین میں اہل کتاب میں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابن سعد فرماتے ہیں۔عہد عثمانی میں سن ۳۲ھ کو وفات پائی۔ [ابن حزم ظاہری، ابومحمد، علی بن احمد، الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۲، ص ۲۳۴]

.41 الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۲، ص۱۹۳

.42 أیضاً: ج۵، ص۵۵۹

.43 أیضاً: ج۳، ص۱۰۲

.44 أیضاً: ۲، ص۴۶۳

.45 أیضاً: ج۳، ص۴۱۲

.46 أیضاً: ج۲، ص۲۱

.47 أیضاً: ص۶۴۴

.48 أیضاً: ج۴، ص۲۷

.49 أیضاً: ۱، ص۱۲۲

.50 أیضاً: ص۵۰۳

.51 أیضاً: ج۲، ص۱۳۱

52. أیضاً: ج۵ص۶۰۶
53. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۱، ص۴۰۰
54. أیضاً: ص۴۸۴
55. أیضاً: ج۲، ص۴۱۵
56. أیضاً: ج۱، ص۱۴۱
57. أیضاً: ج۴، ص۱۲
58. یہ یورپین علاقوں کا پرندہ ہے جو کبوتر کی صورت میں اس کی قامت سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی گردن اور پروں کے گرد سفید دھبے ہوتے ہیں۔ انگلش میں اسے (wood pigeon) یا (Ramier Pegeon) کہتے ہیں۔
59. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر: ج۱، ص۴۹۳
60. أیضاً: ج۲، ص۱۴۰
61. أیضاً: ج۱، ص۴۸۵
62. أیضاً: ج۲، ص۲۲۶
63. أیضاً: ج۱، ص۴۸۶
64. أیضاً: ص۴۸۶
65. أیضاً: ص۴۹۶
66. نابغہ ذبیانی: ابوامامہ زیاد بن معاویۃ بن ضباب بن جابر بن یربوع بن مرۃ بن عوف بن سعد الذبیانی الغطفانی المضری۔ عہد جاہلی کا ممتاز عرب شاعر تھا۔ بنوذبیان کے رؤساء و اشراف میں سے تھا اسی وجہ سے ذبیانی کہلاتا تھا۔ نابغہ اشعار میں کنایہ کی ندرت، اشارہ کی دقت ونزاکت، مضامین کی لطافت اور قلت تکلف میں امتیازی مقام رکھتا تھا۔ اور معروف شعراء جاہلی امرؤ القیس اور زہیر بن ابی سلمی کے ہم پلہ شاعر تھا۔ نابغہ ۵۳۵ء حجاز مقدس میں پیدا ہوا اور سن ۶۰۴ء بعمر ۶۸ سال غسان میں فوت ہوا۔
67. الجزائری، ابو بکر جابر، أیسر التفاسیر، ج۱، ص۹
68. أیضاً: ج۱، ص۱۹۴
69. أیضاً: ص۵۱۱
70. أیضاً: ج۲، ص۴۶۵، ۴۶۴
71. سموال: سموال بن غریض بن عادیاء بن رفاعۃ بن الحارث الأزدی م ۵۶۰ء جاہلی، یہودی، عربی شاعروں میں سے ایک ہے۔ جو وفا میں ضرب المثل کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ بھی معروف ہے کہ یوسفؑ کے بھائی لاوی کی نسل سے تھا اور کہانت کرتا تھا۔
72. أیسر التفاسیر، ج۱، ص۵۰۱
73. أیضاً: ج۲، ص۱۲۸
74. أیضاً: ج۱، ص۵۱۲
75. أیضاً: ص۵۱۳